

بسم اللہ الرحمن الرحیم نقش آغاز

الحمد للہ کہ رمضان المبارک میں مؤثر المصنفین کی مطبوعات میں دو اہم کتابوں کا اضافہ ہوا پہلی کتاب حضرت شیخ الحدیث علامہ کے درس ترمذی تشریف کے آمای و تقاریر کا عظیم الشان مجموعہ حقائق السنن جلد اول (اردو) شائع ہو گئی جس کا عرصہ سے علمی حلقوں میں انتظار ہوتا تھا اس کتاب کی افادیت اہمیت اور عظمت کے لئے تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا اہم کلامی کافی ہے۔ دوسری کتاب "قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے ایک تاریخی دستاویز ہے۔ برہمست موضوع کی اہمیت کی بنا پر اس تاریخی وثیقہ کے مفصل تعارف کی ضرورت ہے جو کتاب کے آغاز میں دیباچہ کے طور پر مولانا سمیع الحق صاحب کے قلم سے ہے اور اس قابل ہے کہ نقش آغاز کے طور پر الحقیقی میں شامل ہو (ادارہ) عالی) استعمار اور اسلام دشمن قوتوں نے ملت مسلمہ کی وحدت و سالمیت، نظریاتی یکجہتی اور سیاسی قوت کو ختم کرنے کے لئے جو حربے استعمال کئے اس میں قادیانیت ایک ایسا حربہ کاری تھا جس کے مہلک اثرات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے جن علماء اور مفکرین امت کو اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں کا احساس تھا وہ پہلے ہی دن سے اس شجرہ خبیثہ کے قلع قمع کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور تحریروں تقریر کی پوری صلاحیتوں سے امت کو اس فرقہ ضالہ کے جل و تبلیس سے آگاہ کرتے رہے مگر اسلام کے اساسی عقائد توحید رسالت اور ختم نبوت کی نزاکت و اہمیت سے نا آشنا روشن خیال طبقہ اسے مولویوں کی تنگ نظری پر محمول کرتے رہے اور جب مرزائیوں کا آقا سے دلی نعمت انگیزی برصغیر سے چلا گیا تب بھی پاکستان کے دینی جمہیت سے عاری حکمران قادیانیت کے بارہ میں جمہور مسلمانوں کی جدوجہد کو نظر انداز کرتے رہے تا ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے مرکز برہم کے اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں پر چارہا جملہ کی شکل میں ایک مطلقہ غلیبی رونما ہوا۔ اس ظالمانہ جسارت نے پاکستان کے عام مسلمانوں کو سنبھلنے پر مجبور کر رکھا دیا۔ دینی جمہیت کا جولاوا اندر ہی اندر یک رہا تھا وہ یک نیت پھٹ پڑا۔ اور ایمان کی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر اور ملک کے دیگر جید علماء و مشائخ کی جدوجہد اور رہنمائی نے احتجاج کو ایک ہم گیر اور منظم تحریک کی شکل میں بدل دیا۔ اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی صورت میں ملک کے ہر صوبہ فکر کے اکابر علماء ممتاز قومی رہنماؤں اور اہم دینی جماعتوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم وجود میں آیا۔ پوری ملت کے اتحاد و یگانگت کا ایسا روح پرور اور باطل شکن مظاہرہ برصغیر میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہو گا اور یہ کوشش تھا اس دلہانہ عشقی و محبت ایمان آفرین قلبی تعلق اور روحانی رابطوں کا جو ہر ادنیٰ امتی اور غلام کو آقائے دو جہاں خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات سے ہے یہ تحریک ایمان و یقین اور عشق و محبت کی بنیادوں پر اٹھی اور سورج کی روشنی اور حرارت کی طرح ملک کے گوشے گوشے کو روشن اور گرمائی۔ ادھر اس وقت کی سوشلزم اور لادینیت کی علمبردار حکومت اس تحریک کو اولاً سختی سے دباؤتی رہی۔ اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو لٹائف الجیل سے ٹالنا چاہا۔ زعماء تحریک کی کردار کشی۔ ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ، الغرض یہ سارے ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے مگر جب پانی سر سے گزرنے لگا تو بالآخر حکومت وقت نے امت کے اس جماعی اور طے شدہ مسئلہ کو غور و خوض کے لئے قومی اسمبلی کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا۔

اس غرض سے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کی حیثیت دی گئی اور طے پایا کہ مرزائیوں کی ہر دو جہانتوں (قادیانی اور لاہوتی) کے سربراہوں کو اپنا موقف پیش کرنے دیا جائے اور قومی اتحاد کے مدارک ان دلائل و براہین سے اپنا موقف پیش کریں پھر اس کی روشنی

میں قومی اسمبلی کوئی آئینی قدم اٹھائے جیسے نزدیک اس فیصلہ کے مضمرات میں بھی یہی ارادہ کار فرما تھا کہ اس طویل بحث مباحثہ اور نقد و جرح کے لئے پچیس تیس دن کا جو موقعہ درکار ہو گا، اس دوران تحریک کی شدت ختم ہو جائے گی۔ اور کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ سوسالہ مطالبہ ایک بار پھر التوا میں ڈال دیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی کرم گستری مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ "مجلس عمل" کے اکابر نے فیصلہ کیا کہ ایک طرف تو قومی اسمبلی کے محاذ پر اس وجہی فرقہ کے آئمہ دحل و تلبیس سے رو در رو دلائل و براہین سے مقابلہ کیا جائے اور ارکان اسمبلی پر قادیانیت کے خلاف اسلامی عقائد اور مذہب موم عزائم آشکار کئے جائیں اور دوسری طرف ملک بھر میں تحریک کو اسی زور و شور سے جاری رکھا جائے جب تک کہ قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دے۔

اس وقت مختلف مکاتب فکر کے اکابر علماء اور جماعتوں کے زعماء قومی اسمبلی کے اجلاس کی وجہ سے راولپنڈی میں تھے مجلس عمل کے صدر حضرت کبیر علامہ العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرکردہ مبلغین کی معیت میں راولپنڈی کو ہیڈ کوارٹر بننا چکے تھے۔ اوس حکومت کی ہدایات تھیں کہ ہر فریق یا جو رکن قومی اسمبلی میں کوئی تحریری بیان داخل کرنا چاہے اسے ایک ہفتہ کے اندر اندر پیش کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے وقت نہایت کم اور موضوع نہایت گھبرانا زک اور ہمہ پہلو سیر حاصل روشنی ڈالنے کا مستحق، ایسے حالات میں اللہ کا نام لے کر کتاب کی تیاری کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کہنے مشفق مبلغین جن کی زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گزری تھی قادیانیوں کی اصل کتابوں اخبارات و رسائل کے انبار کے ساتھ راولپنڈی بلائے گئے۔ تالیف کتاب کے لئے قرعہ فال ناچیز راقم الحروف اور ہر اور محترم فاضل اجل مولانا محمد تقی عثمانی کراچی کے نام نکلا۔

کتابت کے لئے لاہور سے سلطان الکاتبین جناب سید نفیس عسینی (نفیس رقم) اپنے چیدہ اور ماہر خوشنویس تلامذہ کی ٹیم کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضرت مولانا بنوری قدس سرہ امیر مجلس کی قیادت میں راولپنڈی صدر کے ایک قدیم ہوٹل میٹروپول کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ جو کسی زمانہ میں شان بان کا ہوٹل رہا ہو گا۔ مگر اب اپنی قدامت اور بوسیدگی کی وجہ سے ازکار رفتہ بن چکا تھا اور اس کے صاحب غیر مالک نے اسے تحریک کے دوران استعمال کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔

ہم سب لوگ ایک جنگی مہم کی طرح اس کتاب کی تیاری میں لگ گئے۔ ایک حصہ راقم الحروف اور ایک حصہ برادر م مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے جاتے جو ورق تیار ہوتا۔ ختم نبوت کے مبلغین حضرت مولانا محمد حیات صاحب مرحوم فاتح قادیان حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب اور دیگر حضرات اپنے بڑے بڑے سپیڑ میں بند مرزا غلام احمد اور اس کے جانشینوں کی اصل کتابوں اور قدیم دور کے الفضل وغیرہ رسائل کو ٹٹول ٹٹول کر کتاب میں دے گئے حوالوں کا اصل متن سے تطبیق کراتے۔ یہ تحقیق اور مراجعت اس لئے بھی ضروری تھی کہ قادیانی دحل و تلبیس کا ایک حربہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ ایڈیشنوں کو بدل بدل کر چھاپتے ہیں۔ اور بحث و مناظرہ کے دوران حوالہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس صورت حال سے بچنے کے لئے یہ طے پایا تھا کہ جو بھی فریق اپنے تحریری و تقریری بیانات میں کوئی حوالہ دے گا تو اصل کتاب یا ماخذ بھی اسمبلی میں پیش کرے گا۔

اس طرح اس کتاب میں دئے گئے حوالوں کی وجہ سے دو ڈھائی سو قادیانی کتابیں رسائل اور مجلات بھی اسمبلی میں پیش کرنی تھیں۔ کتاب کا جتنا بھی مسودہ مرتب ہو جاتا ہم لوگ اسے مولانا بنوری قدس سرہ کی معیت میں قومی اسمبلی میں شامل اس وقت کے اکابر علماء و زعماء مجلس عمل کو سناتے

الغرض "ملت اسلامیہ کا موقف" یا قادیانیوں کے سوءالہ جارحیت، بغاوت اور ظلم و ستم، دجل و تبلیس پر مبنی داستان یا بیان استغاثہ مرتب ہو گیا۔ الحمد للہ کہ مختصر اور ہنگامہ خیز حالات میں بھی موضوع کے دینی علمی اور سیاسی ہر پہلو پر سیر حاصل و مواد اس میں آگیا۔ کتاب مکمل ہوئی جو بڑی مشکل نظر آ رہی تھی تو سب حضرات نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور بقول حضرت علامہ بنوری مرحوم یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ کا کرشمہ اور ان ہی کا ایک معجزہ تھا۔ کہ یہ سارا معرکہ ایسے افراتفری میں صرف ہفتہ بھر میں سر ہو گیا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کے بند اجلاس شروع ہوئے۔ کتاب بھی قانوناً صرف قومی اسمبلی کے ارکان میں تقسیم کر دی گئی۔ پولیس کو یا کسی غیر رکن میں اس کی تشہیر خلاف قانون تھی۔

اس وقت قادیانیوں کے ہر دوسرے براہ مرزا ناصر احمد اور صدر الدین لاہوری بھی اپنے اپنے بیانات کے ساتھ قومی اسمبلی میں پیش ہوئے۔ اس وقت کے اُردنی جنرل جناب سچئی بختیار کے توسط سے جرح بھی ہوتی رہی مسلمانوں کی طرف سے پیش نظر کتاب اسمبلی میں پڑھ کر سننے کی سعادت بھی ہمارے مخدوم مولانا مفتی محمود قدس سرہ کے حصہ میں آئی۔ اس لئے وہ اسمبلی میں موجود اس وقت کے مختلف مکاتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے حزب اختلاف کے رہنما تھے اور انہی پر اتفاق ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اجلاس کی کئی نشستوں میں کتاب پڑھ کر سنائی۔ اور پورے ارکان نے ہم تن گوش ہو کر توجہ سے سنی۔ اکثریت جو پیپلز پارٹی کے ارکان اور وزیر ار کی تھی، انہیں نہ تو کبھی قادیانی جماعت کے مذہبی اعتقادات اور پیچ در پیچ اصطلاحات تاویلات پر غور کا اتفاق ہوا تھا۔ نہ مذہب کے نام پر اس گورکھ دھندے سے وہ آگاہ تھے۔ پھر اس فرقے کا سیاسی پہلو، استعماری سرگرمیوں اور عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں، برطانوی سامراج کا اس کی تشکیل و ترقی اور اشاعت میں سرگرم حصہ، تقسیم ملک کے وقت قادیانیوں کا شرمناک کردار، عالم عرب کے خلاف اسرائیل اور مغربی سامراج کی آکر رہنے کی تفصیلات اور اس کے قرآن و شواہد، یہ سب باتیں جب ان لوگوں کے علم میں آئیں تو وہ محو حیرت ہو گئے۔ اور ان کے دلوں میں جو نرم گوشہ تھا وہ نفرت سے بدل گیا۔

اس دوران مرزائیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور ان کے ہمراہ صدر الدین لاہوری کی جوں ترانیاں دلائل سے گزیر، بیانات میں تضادات اور بے سرو پا تاویلات کے جو مناظر ایوان کے سامنے آئے اس نے اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ (باقی صفحہ ۵۳ پر)